جامعہ حقانیہ کا ترجمان

# مجلہ الحقانیہ

ساہیوال سرگودھا

ذوالحجہ/المحرم ۱۴۳۳ھ نومبر ۲۰۱۲ء



بانی۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

# فہرست




خط و کتابت کیلئے : دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048–6786002/6786899

کلمۂ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# تحفظ ناموس رسالت ریلی سے خطاب

مورخہ ۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۱/ستمبر ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک پورے ملک میں گستاخانہ فلم کے خلاف احتجاج ہوا، دوسرے شہروں کی طرح تحصیل ساہی وال میں بھی احتجاجی ریلی اور جلسہ ہوا، جس میں مختلف مکاتب فکر کے حضرات نے بیان کیا۔ صدر جامعہ مدظلہم نے بھی آخر میں پرزور خطاب کیا جسے جامعہ ھذا کے استاذ مولانا محمد آصف چنیوٹی زید مجدہ نے مرتب کیا ہے، اس مرتبہ قارئین مجلہ الحقانیہ کے لیے اسی خطاب کو ادارتی صفحات میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد:

هوالذي ارسل رسوله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا۔ صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

معزز سامعین جس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آج ہم یہاں جمع ہیں تمام مکاتب فکر اس کے لیے ایک جان، متفق اور متحد ہیں۔ لیکن عملی طور پر مجھے اس وقت یہاں اس بات کا مظاہرہ نظر نہیں آرہا، اگر آپ سب واقعتاً اس پر متحد اور متفق ہیں تو (اپنی اپنی جماعتوں کے) سب پرچم سرنگوں کردیں، افسوس کہ ہر جماعت اپنے پرچم لیے ہوئے ہے جبکہ ہمارا مقصد بڑا عظیم مقصد ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو پھر کیا اتحاد کا مظاہرہ ہوگا۔ یہ بات میں نے اس لیے عرض کی کہ عملی طور پر ہمیں اس بات

کا مظاہرہ کرنا چاہئے کہ ہمارا ایک ہی پرچم ہے ، پرچم اسلام اور ہم سب اسلام کے پرچم کے تلے جمع ہیں ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر

یاد رکھیں جس دن ہم ایک ہوجائیں گے ،یک جان ہوجائیں گے میں گارنٹی سے کہتا ہوں کہ (ان شاء اللہ تعالیٰ )اسی دن امریکہ کے ٹکڑے ہوجائیں گے بلکہ آپ یہ بات سمجھ لیں جس روز امت مسلمہ کا اتحاد ہو گا یقینی بات ہے کہ صرف امریکہ نہیں بلکہ تمام کفریہ طاقتیں یکسر پارہ پارہ ہوجائیں گی ،چاہے وہ امریکہ کی صورت میں ہے یا روس کی صورت میں یا ہندوستان کی صورت میں۔ (حضرت دامت برکاتہم کے اعلان کے بعد سب جماعتوں نے اپنے اپنے پرچم سرنگوں کردیے اور اس کے بعد اختتام جلسہ تک کسی جماعت کا پرچم دکھائی نہیں دیا)۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام دے کر ہمارے نبی اور پیغمبر محمد ﷺ کو پوری دنیا کے لیے بھیجا ہے تا کہ دین اسلام کا پرچم غالب ہوجائے اور یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو، اب دینا کے اندر ایک ہی دین باقی رہے گا اور وہ ہے صرف اور صرف دین اسلام۔ جب ہم متحد ہوجائیں گے تو پھر یقیناً وہ وقت آئے گا کہ دہلی کے لال قلعے پر بھی اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ لیکن مسلمان ایمان تو رکھتے ہیں اور ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی کی حرمت بھی ہے،اس لیے کسی ایک عالم کی ،فقیہ کی جان نہیں کائنات کی ساری جانیں میرے سرور اور آقا نبی علیہ السلام کی حرمت پر قربان کردی جائیں تب بھی آپ کا حق ادا نہیں

ہو سکتا۔ تمام مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی اتنی عظمت موجود ہے لیکن صرف ایک بات کی ہمارے اندر کمی ہے کہ ہم متحد نہیں ہیں۔

جمال عبدالناصر مرحوم نے کہا تھا کہ اتفق المسلمون علی ان لایتفقوا۔ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں، چاہے وہ بریلوی ہوں دیوبندی ہوں، اس بارہ میں نہ بریلوی کا اختلاف، نہ سنیوں کا کوئی اختلاف، نہ اہل حدیث کا اختلاف۔ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ ہم متفق نہیں ہوسکتے، ہم نے اکٹھا نہیں ہونا، یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔ اگر مسلمان صحیح معنیٰ میں ایک پرچم تلے جمع ہوجائیں تو یہ گستاخانہ حرکتیں نہیں کی جائیں گی، آپ علیہ السلام تو بہت بڑی ہستیں ہیں جن کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ ''اگر سرکار نہ ہوتے تو یہ جہان ہی نہ بنایا جاتا، آپ کی ہستی اتنی عظیم ہستی ہے کہ کائنات میں روئے زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے سرور دوعالم ﷺ جیسی ہستی نہ پیدا ہوئی اور نہ پیدا ہوگی۔

آپ ﷺ تو بہت بڑی ہستی ہیں، آپ ﷺ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلام کی بھی کوئی گستاخی کرتا ہے تو مسلمان چاہے کتنا ہی کمزور ہو اس کو بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن میرے دوستو اور بزرگو اصل بات یہ ہے کہ ہم جذبات بھی رکھتے ہیں اور ہمارے مقاصد اور کاز بھی ہیں صرف ایک چیز کا فقدان ہے اور وہ ہے اتحاد اور قیادت۔ آج ہر شخص چاہتا ہے میں لیڈر بن جاؤں، اس مصیبت نے آکر امت مسلمہ کے شیرازے کو پارہ پارہ کردیا ہے، آج عظیم مقصد اور کاز کو حاصل کرنے کے لیے پوری امت مسلمہ کا اتفاق ضروری ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے قیادت پر بھی متحد ہونا ضروری ہے۔ اگر امت مسلمہ قیادت پر متفق ہوجائے، آپ دیکھیں گے کہ یہ روز روز خاکوں کا تماشہ اور اسی طریقہ پر حضور ﷺ جیسی عظیم ہستی کی توہین و گستاخی

نہیں ہوگی ، یاد رکھئے کہ توہین رسالت کی ایک ہی سزا ہے ، پوری امت کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے ، اور سزا وہی ہے جو ہم نے نہیں وہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نے بھی اپنے عہد میں جاری کی جبکہ یہ قانون تو آپ ﷺ کے زمانہ سے تھا لیکن افسوس ''وردۃ لاابابکرلھا'' ردت ہے ، مرتدین ہیں ، گستاخ ہیں ، مگر ابو بکر نہیں ۔ کون ابو بکر ؟ کتنے بڑے عاشق تھے رسول اللہ ﷺ کے ؟ آج میں بھی کہتا ہوں آپ بھی کہتے ہیں کہ ہم عاشق رسول ﷺ ہیں لیکن عاشق وہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود فرمادیں کہ یہ میرا عاشق ہے ۔

تاریخ اٹھائیے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ تیار ہے ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ میرا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک پر لے جانا اور کہدینا کہ ابو بکر حاضر ہے ، اگر اجازت مل جائے تو مجھے آپ ﷺ کے ساتھ دفن کر دینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کردیا جائے ۔ جب جنازہ ہوگیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسد خاکی وہاں لے جایا گیا اور عرض کیا گیا یارسول اللہ ابو بکر حاضر ہیں ، دروازہ خود کھل گیا اور روضہ اطہر سے آواز آئی :

ادخلوا الحبیب الی الحبیب فان الحبیب الی الحبیب مشتاق کہ یہ میرا عاشق ہے میں اس عاشق کا مشتاق ہوں ، جلدی اس کو میرے پاس پہنچادیا جائے ۔

اس عاشق نے رسول اللہ ﷺ کی عزت ، عظمت اور ناموس کے لیے جو قانون نافذ کیا تھا ، اگر آج بھی اسے جاری کردیا جائے تمام پریشانیوں اور گستاخیوں کا حل ہوجائے گا ۔

امام مالک رحمہ اللہ جو وقت کے بڑے امام ہیں ، اس بارہ میں ان کا بڑا قیمتی جملہ

ہے۔ یاد کیجئے انہوں نے فرمایا:

مابقاء هٰذه الامة بعدشتم نبيها۔اس امت کو اس دھرتی پر زندہ رہنے کا کیا حق ہے جس کے نبی کی توہین کی جائے، جس کے نبی کی گستاخی کی جائے۔

میں مسلمان حکمرانوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں جو غیر مسلم آقاؤں کی غلامی میں وقت گزار رہے ہیں اور ان کی کاسہ لیسی ان کا شعار بن چکا ہے کہ ان تمام گستاخیوں کا ایک وہی حل ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت، عظمت اور ناموس کا کیا تقاضہ ہے، ہڑتال کر دینا جلوس نکال دینا، جلسے ہو جانا، میرا یا کسی اور کا بیان کر دینا؟ یہ ایک روایت اور طریقہ ہے، اور ہمارا قانونی حق ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے لیے جان قربان کر کے بھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوتا۔ ہم کتنے عرصہ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں اقوام متحدہ کے اندر معزز، محترم ومکرم شخصیات کے حوالہ سے متفقہ طور پر بین الاقوامی سطح پر قانون پاس ہونا چاہیئے کہ کسی بھی محترم ومکرم شخصیت کی گستاخی قابل سزا عمل ہے۔ جب تک اقوام متحدہ میں یہ قانون انٹرنیشنل اور بین الاقوامی سطح پر پاس نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ (نعوذ باللہ)

باقی یہ بات صحیح ہے کہ یہود و نصاریٰ وقتاً فوقتاً اس قسم کی حرکتیں کر کے مسلمانوں کے اسلام کو چیک کرتے رہتے ہیں کہ ان میں کتنی حرارت ہے اور کون سے درجے کا اسلام ہے۔ ان کو یہ نہیں پتہ کہ یہ مسلمان گناہگار بھی ہے، فاسق وفاجر بھی ہے اور بدکردار بھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت، تقدس اور عظمت، صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء کرام کی عظمت، تقدس اور حرمت کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ، ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔

تو میں آپ حضرات کے توسط سے حکومت پاکستان سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ صرف احتجاج سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔اقوام متحدہ پر زور ڈالیں اور دیگر ممالک بھی مسلم ممالک بھی زور ڈالیں کہ اقوام متحدہ یہ قانون بنائے کہ محترم شخصیات کی گستاخی ناقابل معافی جرم ہے۔

افسوس کہ مسلمانوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام اور مسلمان تنگ نظر ہیں یہ بڑے متعصب ہیں، یہ تاثر دیا جاتا ہے، حالانکہ غور کیجئے کہ مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے: لانفرق بین احد من الرسلہ۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ایک ایک نبی اور پیغمبر کی عظمت اور تقدس ہماری آنکھوں کا نور اور سر کا تاج ہے، ہر نبی اور پیغمبر قابل احترام ہے خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے بارہ میں اگر کوئی گستاخی کرے گا، مسلمان اس کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔تو کیا اب بھی مسلمان تنگ نظر ہیں جو ہر نبی اور پیغمبر کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی اور پیغمبر کی خود بشارت دے رہے ہیں: یاتی من بعدی اسمہ احمد۔میرے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام محمد اور احمد ہوگا۔جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دے رہے ہیں آج ان کی توہین اور گستاخی کی جارہی ہے، کیا آپ ﷺ کی توہین سب انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں ہے؟ جبکہ آپ ﷺ اول الانبیاء بھی ہیں، امام الانبیاء بھی ہیں اور آخر الانبیاء بھی ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار بھی ہیں۔اس لیے جب تک اقوام متحدہ میں یہ قانون پاس اور منظور نہیں ہوجاتا اس وقت تک ہم احتجاج اور ہڑتال کرنے کا حق

رکھتے ہیں اور یہ بات ہم آج سے نہیں برسوں سے کہہ رہے ہیں۔

بہرحال میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ آپ صحیح معنیٰ میں اپنے آپ کو اپنے نبی اور پیغمبر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھالیں اور یہ بات بالکل حقیقت ہے اور صحیح ہے کہ ہم اگر عقیدہ کے اعتبار سے اپنے عمل کے اعتبار سے اور کردار کے اعتبار سے صحیح مسلمان بن جائیں تو پھر کسی کی جرأت نہیں ہوگی کہ ہمارے دلوں کو چیک کرے کہ ان میں ایمان کی کتنی چنگاری اور حرارت باقی ہے۔ صحیح مسلمان بن جاؤ! کردار کے غازی بنو، گفتار کے غازی بننے سے کام نہیں چلتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لیے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ اے لوگو! مجھے قوال کی ضرورت نہیں مجھے تو فعال کی ضرورت ہے۔

آپ بڑی محنت اور محبت سے یہاں آئے ہیں، کیا پتہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہی حاضری قبول ہوجائے، جن بھائیون نے یہ جلسہ یہاں پر کیا امید ہے کہ وہ سب حضرات رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔ اگر ان کو اپنے نبی اور پیغمبر ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگئی تو ان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی ہے۔

اور اگر آئندہ کبھی جمع ہوں تو ایک پرچم پرچم اسلام کے سائے میں جمع ہوں۔ پاکستان کا کیا مطلب تھا؟۔۔۔ لاالہ الااللہ۔ جب یہ مطلب تھا تو پھر ہم ہر وقت اس کے پابند ہیں چاہے بازار میں ہوں، گھر میں ہوں مسجد میں ہوں ہم ہر حال میں مسلمان ہیں۔

ایک واقعہ سا کر بات ختم کرتا ہوں کسی ائیر ہوسٹس نے مسافروں کو مشروب پیش کیا، جہاز غیر ملکی تھا اس لیے اس نے شراب پیش کی، ایک مسلمان کو بھی اس

نے شراب پیش کی ، مسلمان نے کہا کہ یہ پائیلٹ کو پیش کر دیں ، اس نے کہا کہ یہ قانون کے خلاف ہے کیونکہ وہ اس وقت ڈیوٹی پر ہے۔ مسلمان نے کہا کہ اگر وہ ڈیوٹی پر ہے تو میں بھی ڈیوٹی پر ہوں ۔ ائیر ہوسٹس نے کہا آپ کون سی ڈیوٹی پر ہیں ؟ مسلمان نے کہا میں نے کلمہ پڑھا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غلام ہوں ، ہر وقت ڈیوٹی پر ہوں ، مجھے آپ ﷺ جو حکم دیں گے میں اسی پر عمل کروں گا۔

تو میرے بھائیو! میں اور آپ بھی ہر وقت ڈیوٹی پر ہیں ۔ اگر یہ بات مسلمانوں کے اندر آجائے تو سمجھ لو امریکہ کی موت آگئی اور ان شاء اللہ عنقریب آپ دیکھیں گے کہ غیر مسلم طاقتوں کے ٹکڑے ہو جائیں گے ، اور ہر جگہ پرچم اسلام لہرائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

# درس حدیث

عن معاذ بن جبل انه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن افضل الايمان قال ان تحب لله وتبغض لله وتعمل لسانك في ذكر الله قال وماذا يارسول الله قال وان تحب للناس ماتحب لنفسك وتكره لهم ماتكره لنفسك۔(رواه احمد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا (یعنی پوچھا کہ ایمان کا اعلیٰ اور افضل درجہ کیا ہے ،اور وہ کون سے اعمال واخلاق ہیں جن کے ذریعہ اس کو حاصل کیا جاسکتا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کہ بس اللہ ہی کے لیے کسی سے تمہاری محبت ہو، اور اللہ ہی کے واسطے بغض وعداوت ہو (یعنی دوستی اور دشمنی جس سے بھی ہو صرف اللہ کے واسطے ہو) اور دوسرے یہ کہ اپنی زبان کو تم اللہ کی یاد میں لگائے رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اور کیا یارسول اللہ ؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور یہ کہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وہی چاہو اور وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے اور چاہتے ہو، اور ان کے لیے بھی ان چیزوں کو ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

تشریح : حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں تین چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ کامل ایمان جب نصیب ہو گا جبکہ یہ تین باتیں پیدا ہو جائیں :

(۱) ایک اللہ ہی کے لیے دوستی اور دشمنی۔

(۲) دوسرے زبان کا یادِ الٰہی میں مشغول رکھنا۔

(۳) تیسرے بندگانِ خدا کی ایسی خیرخواہی کہ جو اپنے لیے چاہے، وہ سب کے لیے چاہے، اور جو اپنے لیے نہ چاہے وہ کسی کے لیے نہ چاہے۔

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔(ابو داود)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی، اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی، اور اللہ ہی کے لیے دیا (جس کو جو کچھ دیا) اور اللہ ہی کے واسطے منع کیا اور نہ دیا (جس کو منع کرنا اور نہ دینا عند اللہ بہتر سمجھا) تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کرلی۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے حرکات وسکنات اور اپنے جذبات کو اس طرح مرضی الٰہی کے تابع کردیا کہ وہ جس سے تعلق جوڑتا ہے اللہ ہی کی رضا کے لیے جوڑتا ہے، اور جس سے توڑتا ہے اللہ ہی کے لیے توڑتا ہے، جس کو دیتا ہے اللہ ہی کے لیے دیتا ہے، اور جس کے دینے سے ہاتھ روکتا ہے صرف اللہ ہی کی خوشنودی کے لیے روکتا ہے۔

غرض جس کے ایجابی اور سلبی قلبی رجحانات اور جذبات مثلاً محبت اور عدوات اور اسی طرح مثبت و منفی ظاہری افعال وحرکات مثلاً کسی کو کچھ دینا یا نہ دینا، یہ سب اللہ ہی کے واسطے ہونے لگیں اور بجز رضاء الٰہی کے کوئی اور محرک اور داعیہ اس کے اعمال وافعال کے لیے نہ رہے، الغرض تعلق باللہ اور کامل عبدیت کا یہ مقام جس کو حاصل ہوجائے اس کا ایمان کامل ہوگیا۔ (معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۴۱)

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

# ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم : حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی صاحب رحمہ اللہ

ایک صاحب زیارت کے لئے آئے اور دوزانو بیٹھ گئے، اس پر فرمایا تکلف کی ضرورت نہیں، آرام سے بیٹھئے۔ یہ طالب علموں کی مجلس ہے کسی درویش یا عالم کی مجلس نہیں کہ اس قدر تکلف کو کام میں لایا جائے۔

فرمایا زمانۂ تحریکات (خلافت) میں ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دوسرے مولوی صاحب نے میرے متعلق یہ کہا کہ یہ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتا ہے، راوی نے ان سے پوچھا کہ سچ سچ کہو کہ کیا واقعی تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں کہنے لگے کہ حاشا وکلا میرا یہ ہرگز خیال نہیں۔ کہا پھر کیوں کہتے؟ کہنے لگے کہ اپنی آواز کو زوردار بنانے کی غرض سے۔

فرمایا ایک سوداگر کا خط آیا کہ مجھ کو تجارت میں نقصان ہوا ہے جس سے مجھ کو بہت قلق ہے اور گو زبان سے میں اس رنج کا اظہار کرتا مگر دل سے نقصان پر آمادگی نہیں ہے، اس وجہ سے مجھ کو ایک شبہ اپنے متعلق ہوتا ہے کہ جب نقصان اس کے حکم سے ہوا اور اس (نقصان) پر راضی رہنے کا حکم ہے تو پھر صدمہ کیوں ہے یہ تو رضا (بالقضاء) کے خلاف ہے، اور گو اس نقصان سے میری طبیعت متاثر ہے مگر عقل متاثر نہیں ان کو یہ جواب دیا گیا کہ یہ قلق طبعی ہے جو مال کی حب طبعی سے پیدا ہوا ہے جو مذموم نہیں اور حقیقت رضا کی ترک اعتراض علی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ وہی ہے کہ جسے آپ نے عقل کا متاثر ہونا لکھا ہے اب لوگ رضا کی یہ حقیقت سمجھتے ہیں کہ جب نقصان

ہوتو خوش ہو کہ خوب ہوا نقصان ہوگیا، سو بندہ اس کا مکلف نہیں ، نقصان پر رنج ہونا خاصہ بشری ہے ہاں اس کا مکلف ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو اس سے ناراض نہ ہوجائے ، یہ غلط فہمی کم علم واعظوں کی پھیلائی ہوئی ہے۔

فرمایا کہ میں ایک مسئلہ کی تحقیق کرتا ہوں وہ یہ کہ کسی خاص شخص کے ساتھ اعتقاد رکھنا اور اس کو اللہ والا سمجھنا تو ضروری نہیں مگر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ دنیا اللہ والوں سے خالی نہیں کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ دنیا میں ضرور موجود ہے اس کے خلاف اعتقاد جائز نہیں ، کیونکہ اتنی مقدار منصوص ہے۔

۱۹۱۵ء کے قریب کے زمانہ میں ایک بار سفر میں جبکہ تھانہ بھون سے نانوتہ تشریف لے جارہے تھے تو مولوی محمد عمر صاحب کھٹوری اور احقر کی موجودگی میں ریل میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس رہ کر دو شخص مجھ سے بدظن نہیں ہوسکتے ایک تو وہ جو پورا عاقل ہو کہ میرے ہر فعل کی حکمت اس کی سمجھ میں آجائے یا وہ پورا عاشق ہو کہ میرا جو فعل بھی ہو اس کی نظر میں بالکل مناسب اور بجا ہو۔

ایک مرتبہ حضرت ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو کہ حضرت کی خدمت میں عارضی قیام کے لیے حاضر ہوا تھا اور اتفاق اسے بیمار ہوگیا تھا اس نے عرض کیا کہ حضرت میرا دل وطن جانے کو چاہتا ہے تو یہ میری حالت کچھ بری تو نہیں ؟ تو حضرت نے اس کی تسکین فرمائی اور فرمایا کہ تمہاری یہ حالت بری نہیں اس کے بعد حضرت نے بر سبیل تذکرہ ایک جملہ فرمایا کہ بحمداللہ تعالیٰ میرے قلب کا تعلق نہ دوستوں سے ہے اور نہ دشمنوں سے ( لیکن بفضلہ تعالیٰ حضرت حقوق دوستوں کے بھی ادا فرماتے ہیں اور دشمنوں کے بھی )۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

## ادراك الفضيلة في الدعاء بالوسيلة

# مسئلہ وسیلہ واستشفاع اور مسلک علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ

(آخری قسط۲)

### حضرات اکابر علماء کرام سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''دعا بایں طور کہ الٰہی بحرمت نبی وولی حاجت مرا رواکن جائز است'' یعنی اس طریقہ سے دعا کرنا کہ اے میرے پروردگار نبی اور ولی کی حرمت سے میری حاجت پوری کردے جائز ہے۔ (مائۃ مسائل ص ۲۱)

### قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا ارشاد

استعانت کے تین معنیٰ ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کردے یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عندالقبر ہو یا دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

نیز حضرت گنگوہی کا ارشاد ہے کہ شجرہ پڑھنا درست ہے چونکہ اس میں بتوسل اولیاء کے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اس کا کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۸)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شجرہ کا ایک شعر ہے ؎

بہر امداد و بنور و حضرت عبدالرحیم
عبد باری عبد ہادی عضد دین مکی ولی

اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے شجرہ کے آخری دو شعر یہ ہیں ؎

بآں کو رحمۃ للعالمین است
بدرگاہ شفیع المذنبیں است
بحق سرور عالم محمد ﷺ
بحق برتر عالم محمد ﷺ

حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم نے تصوف و سلوک میں ایک رسالہ ''تحفہ ابراہیمیہ'' (فیوضات حسینی) تحریر فرمایا ہے اس کے آخر میں ہشت سلاسل کے شجرات لکھے ہیں ان میں بھی الٰہی بحرمت الخ۔ کے ساتھ صراحتاً توسل کیا گیا ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے قول ''کہ مصیبت کے وقت مجھے پکارو'' کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے ''اذکرنی''اس کا معنیٰ یہ ہے بتوسل میرے دعا مانگا کرو۔ (بلغۃ الحیران ص۳۴۷)

## اکابر علماء دیوبند کے متفقہ فتویٰ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ خلیفہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء اور اولیاء و شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں بھی اور بعد وفات کے بھی بایں طور کہ کہے یااللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں، اس جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی ثم المکی رحمہ اللہ پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا۔ (المہند ص۱۲)

اس فتویٰ پر منجملہ دیگر اکابر علماء دیوبند کے حضرات ذیل کی تصدیقات بھی ثبت ہیں :

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
(۲) حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ۔
(۳) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی دار العلوم دیوبند۔
(۴) حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت گنگوہی۔
(۵) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔
(٦) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس فتویٰ سے واضح ہے کہ دعا میں وسیلہ پکڑنے کے جواز پر دیوبندی مکتب فکر کے تمام علماء اکابر کا اتفاق ہے۔ اب اس سے اختلاف کر کے علیحدہ راستہ اختیار کر لینا مسلک دیوبند سے انحراف اور وہابیوں کے طریقہ کو اپنا لینے کے مترادف ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :

''وہابیہ ''توسل بالانبیاء والاولیاء'' کو بعد الوفات ممنوع قرار دیتے ہیں، یہ حضرت نہ صرف اس کو جائز بلکہ ''ارجیٰ للاجابت'' اور مفید تر قرار دیتے ہیں، شجرات حضرات چشت رحمہم اللہ اور آداب زیارت وادعیہ مدینہ منورہ اس پر شاہد عدل ہیں''۔

(نقش حیات ج ا ص ۱۰۴)

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

توسل بعد الوفات پر بعض لوگوں کا یہ شبہ کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے :

اللهم اناكنانتوسل اليك بنبيك صلى الله عليه وسلم فسقينا وانانتوسل اليك بعم نبينافاسقنافيسقون۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۳۷)

اے اللہ! ہم تیری جناب میں آپ کے نبی ﷺ کے ساتھ وسیلہ پکڑ کر دعا مانگا کرتے تھے تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم وسیلہ پکڑتے ہیں تیری جناب میں اپنے نبی کے چچا کا پس تو بارش نازل فرما، ان پر بارش نازل ہوتی تھی۔

اگر غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے توسل کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ سے قرابت حسیہ یا قرابت معنویہ رکھنے والے کے واسطے سے توسل کیا جائے اور یہ بتلانا بھی مقصود تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

ويستفادمن قصة العباس رضى الله تعالى عنه استحباب الاستشفاع باهل الخير والصلاح واهل بيت النبوة۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر وصلاح اور خاندان نبوت سے تعلق رکھنے والے حضرات سے استشفاع کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۴۴)

علامہ عینی حنفی نے ''عمدۃ القاری'' ج ۳ ص ۴۳۷ میں اور علامہ شوکانی نے ''نیل الاوطار'' ج ۴ ص ۸ میں بھی ارقام فرمایا ہے۔

ان ائمہ حدیث کی تصریح سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ کو نیک لوگوں اور اہل بیت نبوت سے وسیلہ پکڑنے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا

گیا ہے۔ اوران ائمہ حدیث نے اس قصہ سے وفات کے بعد توسل کے عدم جواز پر استدلال نہیں کیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو، قرابت حسیہ کا یا معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی، اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا نہ اس لیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے''۔ (نشر الطیب ص ۳۵۵)

نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھا کہ احیاء واموات کا حکم متفاوت ہے، بلا دلیل ہے۔ اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا''۔ (التکشف ص ۴۴۶)

لیکن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ائمہ حدیث اور اکابر دیوبند کی ان تصریحات کے برخلاف اس حدیث پر یہ لکھا ہے :

''تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی دعا سے توسل اگر وفات کے بعد بھی جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس اعلیٰ توسل کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے توسل نہ کرتے''۔ (جواہر القرآن ج ۲ ص ۶۳۴)

حالانکہ حسب تصریحات مذکورہ توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی تھی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توسل کرنا بھی توسل بالنبی ہی تھا اور دوسری حکمت

اس میں یہ تھی کہ یہ ثابت ہوجائے کہ غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز ہے۔

## ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر ''جواہر القرآن'' میں ''بحق فلاں'' دعا مانگنے کو مکروہ تحریمی لکھا ہے، ان کی عبارت یہ ہے:

''اسی طرح بحق فلاں دعا مانگنا بھی مکروہ تحریمی ہے چونکہ اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں''۔ (ج۲ص۶۳۵)

اسی طرح بعض دوسرے علماء کو بھی ''ہدایہ'' کے قول یکرہ ان یقول فی دعائه بحق فلان اوبحق انبیائك لانه لاحق للمخلوق علی الخالق (ص۴۵۹) سے بحق فلاں دعا مانگنے کی کراہت کا شبہ ہوگیا ہے۔

اس کی وضاحت کے لیے علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ کی عبارت ذیل پیش خدمت ہے:

قلت قدورد ایضاً اللهم انی اسئلك بحق السائلین علیك وبحق ممشای الیك فالمرادبالحق الحرمة اوالحق الذی وعده لمقتضی الرحمة۔ (شرح فقہ اکبر ص۱۶۱، ۱۶۰ طبع کانپور)

میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آرہا ہے کہ اے پروردگار! میں تجھ سے ان لوگوں کے حق کی بدولت سوال کرتا ہوں جو تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیری طرف اپنے چلنے کے حق کی بدولت سوال کرتا ہوں۔ تو اس حق سے حرمت مراد ہے، یا وہ حق جو بحسب رحمت اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

## بحق فلاں کی مزید تشریح

(۱) مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مکتوب ۳۸

جلد چہارم میں قابل ملاحظہ ہے، اس کا خلاصہ مختصراً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ ''حق'' متعدد معنوں میں آتا ہے:

(۱) واجب عقلی، جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔

اس کے علاوہ لفظ ''حق'' کے سات معانی اور ذکر فرما کر فرماتے ہیں:

الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شراح حدیث عینی، قاری، عسقلانی وغیرہ اور قاموس، لسان العرب، مجمع البحار وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ معتزلہ چونکہ عدل اور اصلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً وجب قرار دیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کرتے اس لیے یہ دعا کرنا اللھم انی اسئلك بحق فلان یابحق الانبیاء والمرسلین اہل اعتزال کے عقائد کے موافق ہوگا۔ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوگا۔

قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور شور تھا، اس لیے فقہاء کرام نے سد اًللذریعۃ منع فرمایا تھا، اب جبکہ وہ اور ان کے عقائد معدوم ہو گئے تو اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنیٰ کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں رہا، بلکہ دوسرے معانی ہی لیے جاتے ہیں اس لیے اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں بحق فلاں یا بحرمت فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور مستحسن ہے۔

اور ''ہدایہ'' کی عبارت میں حق بمعنیٰ واجب العقلی کو منع کیاگیا ہے اور اہل سنت جب دعامیں یہ کلمہ کہتے ہیں توواجب عقلی مراد نہیں بلکہ ایسے معانی لیتے ہیں جس سے توسل سمجھاجاتاہوجوکہ ارجیٰ للاجابت ہے۔ (مکتوبات ۱۳۵ تا ۱۳۷، ج ۴)

(۲) حضرت گنگوہی اسی طرح کے سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں :

''بحق فلاں کہنادرست ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ جوتم نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیاہے اس کے ذریعہ سے مانگتاہوں، مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ ''بحق فلاں'' کے یہی معنیٰ مراد رکھتے ہیں سو اس واسطے معنیٰ موہم اور مشابہ معتزلہ کے ہوگئے تھے، لہٰذا محققین نے اس لفظ کابولنا منع کردیاہے، توبہتر ہے ایسالفظ نہ کہے جو رافضیوں کے مشابہ ہوجائے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴)

مطلب واضح ہے کہ صحیح عقیدہ کے ساتھ، یعنی حق سے وہ حق مراد ہے جواللہ نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ لیاہے بحق فلاں کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے، بحق فلاں دعامانگنادرست ہے۔

اور جن علماء کرام نے اس کو منع کیاتھااس کی وجہ معتزلہ کے عقیدہ کی تائید کا شبہ تھالیکن اب چونکہ یہ شبہ نہیں رہااس لیے کراہت کاحکم بھی مرتفع ہوگیا۔ اس لیے اکابر علماء کرام میں بحق فلاں کااستعمال بکثرت سے کیاگیاہے جیساکہ حضرت مولانامحمدقاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے منظوم شجرہ کے حوالہ سے اوپر گزرا ہے۔

(۳) اور شیخ سعدی رحمہ اللہ بھی بوستان میں فرماتے ہیں ؎

خدایابحق بنی فاطمہ — کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

(بوستان ص ۹)

(۴) حضرت مجددالف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے بھی اپنے مکتوبات میں

حضرت شیخ سعدی ہی کے شعر کے ذریعہ توسل فرمایا ہے، فرماتے ہیں ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

اے اللہ! اولاد فاطمہ کے طفیل مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

(مکتوبات دفتر۲ حصہ ۶ ص۹۵ مکتوب ۳۶)

## توسل بالدعاء

یعنی کسی شخص سے یہ درخواست کرنا کہ وہ اللہ تعالی سے اس کی حاجت برآری کے لیے دعا کرے، زندہ شخص کے ساتھ یہ توسل بالدعاء یعنی دعا کی درخواست کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اس کا جواز حدیث شریف سے ثابت ہے۔

آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں خشک سالی اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت تکلیف کا سامنا ہوا تو ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ کے دربار گوہربار میں حاضر ہوکر بارش کے لیے دعا کی درخواست کی آنحضرت ﷺ نے دست مبارک اٹھاکر دعا فرمائی، لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھاکر دعا کی اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوا اور خوب بارش ہوئی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۰)

البتہ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ کسی وفات یافتہ شخص کے ساتھ اس قسم کا توسل جائز ہے یا نہیں۔ حضرات اکابر علماء دیوبند کے نزدیک قبر کے پاس یہ توسل بھی جائز ہے۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت شفاعت کی درخواست کرنے کی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔

اور آداب زیارت مدینہ منورہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اور کہے یارسول اللہ اسئلك الشفاعة واتوسل بك الى الله فى ان اموت مسلماً على ملتك

وسنتك'' (زبدۃ المناسک ص ۹۰)

اے اللہ کے رسول! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کا وسیلہ اللہ کی طــرف پکڑتا ہوں کہ اسلام کی حالت میں آپ کی ملت اور سنت پر میری موت آئے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ میں استعانت کے تیسرے معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''تیسرے یہ کہ قبر کے پاس آکر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے، مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے قائل ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اس وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

اسی طرح علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے ''فتح القدیر'' شرح ہدایہ میں فرمایا ہے :

ثم يسئل النبي صلى الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يارسول الله اسئلك الشفاعة الخ۔ (فتح القدیر ج۳ ص ۳۳۷)

''مراقی الفلاح'' شرح نور الایضاح میں آداب زیارت مدینہ میں عرض سلام کے بعد ان الفاظ کے کہنے کا ذکر کیا گیا ہے فاشفع لنا الى ربك واسئله ان يميتنا على سنتك الخ۔ (طحاوی ص ۴۴۹)

عالمگیریہ میں ہے : ويبلغه سلام من اوصاه فيقول السلام عليك يارسول الله من فلان ابن فلان يستشفع بك الى ربك فاشفع له ولجميع

المسلمین۔ (عالمگیری ج ا ص ۲۶۶)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کی ایسی تصریحات کے باوجود مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر ''جواہر القرآن'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے طلب شفاعت کو ناجائز لکھ دیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے :

''اب آپ کی قبر سے استداد واستشفاع جائز نہیں''۔ (ج ا ص ۲۲۷)

الغرض توسل بالدعاء کی یہ صورت کہ قبر کے پاس دعا کی درخواست کی جائے حسب تصریح حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ درست ہے اور فقہاء کی عبارتیں اس کی تائید میں اوپر ذکر کردی گئی ہیں البتہ وسیلہ کی یہ صورت کہ صاحب قبر سے اپنی حاجت برآری کی درخواست کرے یہ حرام اور ناجائز ہے، جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے استعانت وتوسل کے معنیٰ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :

''دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا یہ کام کردو یہ شرک ہے، خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ توسل بالمخلوق کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''توسل بالمخلوق کی تین قسمیں ہیں۔ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے''۔ (بوادر ص ۷۰۶)

خلاصہ یہ کہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک دعا میں نیک لوگوں کا وسیلہ جائز ہے ان کی زندگی میں بھی اور انکی وفات کے بعد بھی اور دعا کرانا بھی درست ہے۔ حضرات اکابر علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے واضح ہو رہا ہے، مگر مولانا غلام اللہ خان صاحب وغیرہ بعض علماء نے دوسرے اور مسائل (حیات

الانبیاء فی القبور، انبیاء علیہم السلام کی نیند سے وضو نہ ٹوٹنا، انبیاء علیہم السلام کا قبور میں سننا، امت کے اعمال کا پیش ہونا) کی طرح مسئلہ وسیلہ میں بھی علماء دیوبند کے مسلک سے اپنی الگ راہ اختیار کرلی ہے، ان کے ایسے شذوذ اور تفردات کی تفصیلات کے لیے احقر کی کتاب ''ہدایۃ الحیران'' جس میں ''جواہر القرآن'' کے تفردات کی نشان دہی کی گئی ہے کا مطالعہ مفید ہے، ان لوگوں کے ان تفردات نے جماعت دیوبند کو مسلکی طور پر بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے، اور جماعت کی متحدہ طاقت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے، اگر یہ لوگ حضرات اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات پر عدم اعتماد اور روگردانی کر کے اپنی راہ علیحدہ اختیار نہ کرتے تو جماعت میں اختلاف وانتشار کا بازار گرم نہ ہوتا، ملک میں جماعت دیوبند کی بڑی قوت اور طاقت محسوس کی جاتی۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک سے وابستہ رکھے، آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

سید عبد الشکور ترمذی
مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا
۴/ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

مولانا محمد حذیفہ وستانوی (انڈیا)

# رمضان کے بعد کی زندگی

اللہ نے زندگی اور موت کو اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے اور یہ بندوں پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے ، ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ رمضان جیسا بابرکت مہینہ عطا کیا اور اس کے بعد کی زندگی سے مالا مال کیا ورنہ کتنے ہی لوگ رمضان میں اللہ کو پیارے ہو گئے ، کتنے ہی ایسے ہیں جو رمضان کے بعد چل دئے ، مگر ہم ہیں کہ اللہ نے بغیر کسی استحقاق کے زندگی عطا کی ۔ یہ زندگی عیش وعشرت اور وقت گزاری کے لیے نہیں ہے ، بلکہ یہ زندگی موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کے لیے ہے ۔

اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم نے اس ابدالآباد کی زندگی کے لیے کیا تیاری کی ہے ، کیا صرف رمضان المبارک میں قرآن کی کثرت تلاوت اور نماز کا اہتمام ہماری نجات کے لیے کافی ہے ؟ یا اس طویل زندگی کے لیے طویل جدوجہد لازم ہے ۔ اللہ کا دستور یہ رہا ہے کہ انسان جتنی محنت کریگا اسی کے بقدر اجر حاصل کرے گا ، مگر افسوس ہم مسلمانوں پر ! . . . دشمنان اسلام اور اعداء دین کے جالوں میں ہم ایسے پھنس گئے کہ الامان والحفیظ دنیاداری اور آخرت فراموشی ہمارے معاشرے میں عام ہے ۔ غرض کہ ہمارا معاشرہ سال کا اکثر حصہ عبادات اور سنتوں سے اعراض کے ساتھ گزارتا ہے ، نہ نماز ، نہ سنن مؤکدہ کا اہتمام نہ دیگر شرعی احکامات پر عمل درآمد ۔ البتہ رمضان المبارک میں ایک طبقہ قدرے غیر رمضان کے مقابلے میں اسلامی احکامات کی طرف متوجہ ہوتا ہے ، مگر رمضان المبارک کے بعد پھر وہی روش جیسے عید کا چاند نظر آتا ہے فوراً شریعت کی مخالفت شروع ہو جاتی ہے ، بہت سے وہ لوگ جو رمضان میں نماز کے پابند تھے

عشاء کی نماز ہی سے ترک صلوٰۃ کا آغاز کر دیتے ہیں، اور بس پھر پوچھنا ہی کیا عید کے لیے فضول خرچی اور زیب وزینت کی لیے شرعی احکامات کی پامالی تو گویا ہمارے معاشرہ کا معمول بن چکا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف رمضان ہی میں ہم نماز کے مکلف ہیں؟ کیا صرف رمضان ہی میں ہم اطاعت کے مجاز ہیں؟ کیا صرف رمضان ہی میں احیاء سنت ضروری ہے؟ کیا صرف رمضان ہی میں نیکی کرنے سے کام بن جائے گا؟

تو آئیے ہم ہماری اس غلط روش کی اصلاح کرتے ہیں، رمضانی کے بجائے ربانی بننے کی کوشش کرتے ہیں اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیشہ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین

جو شخص موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتا ہو اور اس کا ایمان ہو کہ یہ دنیا دائمی نہیں بلکہ عارضی ہے اور آخرت کی تیاری کے لیے ہے، یہاں جیسا بویا جائے گا ویسا کل قیامت کے دن کاٹا جائے گا تو وہ اس کی تیاری میں مشغول ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی ہے لہٰذا اس کی تیاری بھی ویسی ہی کرنا ہے۔

''امام فاکہی'' نے ''اخبار مکہ'' میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک نصیحت آمیز خطاب نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے سہارے کھڑے تھے لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا تو آپ کے اردگرد جمع ہو گئے، آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو! قریب ہو جاؤ ایک ایسے مشفق بھائی کی طرف جو نصیحت کرنا چاہتا ہو، تو لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! کیا تم میں کوئی سفر کا ارادا کرتا ہے، تو اپنے ساتھ سفر کے بقدر توشہ کا انتظام نہیں کرتا؟ اب ذرا غور کرو! ذرا آخرت کے سفر پر کہ وہ کتنا طویل ہے لہٰذا دنیوی سفر کی طرح آخرت کے طویل

ومدید سفر کی تیاری بھی ویسی ہی ہونی چاہیے۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور دریافت کیا اے رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہمیں سفر آخرت کی تیاری کیسے کرنی چاہیے؟ تو گویا ہوئے:

''بڑی بڑی نیکی کا عزم کرو، کیونکہ مرنے کے بعد جو امور پیش آنے والے ہیں وہ بھی انتہائی عظیم و خطیر ہیں، یوم الحساب بہت طویل ہوگا لہٰذا اس کے لیے شدید گرمیوں کے طویل ایام میں روزہ رکھو، رات کی تاریکی میں کم ازکم روزانہ دو رکعت ہی پڑھ لیا کرو تاکہ قبر کی ظلمت اور تاریکی سے نجات پاسکو، بھلی بات کہو اور بری بات سے اجتناب کرو اور مسکین کو صدقہ دو تاکہ قیامت کی سختی سے خلاصی حاصل کر سکو دنیا میں صرف دو کاموں میں اپنا وقت صرف کرو رزق حلال کی حصول میں اور آخرت کے لیے نیکی کرنے میں، اس کے علاوہ جو وقت بھی فضول یا گناہ میں خرچ کرو گے اس سے نقصان ہی اٹھاؤ گے اور ثواب سے محروم رہو گے، جو کچھ دنیا کماؤ اسے یا تو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں میں خرچ کرو یا صدقہ خیرات میں اس کے علاوہ میں خرچ کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور نفع سے محروم رہو گے، اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لمبی سانس لی اور درد بھری آواز نکالی تو لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہوگیا؟ تو جواب دیا ہمیں لمبی لمبی آرزوں نے غارت کردیا، دنیا میں انسان کے لیے دو ہی زمانے ہیں، زمانہ ماضی اور زمانہ مستقبل، ماضی تو وہ ہاتھ سے نکل گیا اور باقی تو وہ تیرے ہاتھ میں ہے اس میں بھی دھوکہ دہی کے امکانات زیادہ ہیں، اگر تو نے اپنے مستقبل کو نیکی میں مشغول کیا تو، تو کامیاب اور بامراد ہوگیا اور اگر تو اس کو برائی میں مشغول ہو کر گزارے گا تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تجھ سے زیادہ محروم القسمت اور کوئی ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں سے مالامال کرے اور نیکی اور کامیابی ہمارے لیے

مقدر بنادے۔''

یہ تھی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اثر انگیز نصیحت ایک بار نہیں بار بار اسے پڑھیے اور اپنے حال پر رحم کیجئے اور رمضان کے بعد بھی نیکی کے سلسلے کو بدستور جاری رکھیے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص خراسان سے سفر کر کے پہنچا اور دریافت کیا کہ ''اے ابو عبداللہ میں آپ کی خدمت میں خراسان جیسے دور دراز علاقہ سے حاضر خدمت ہوا ہوں محض اس لیے تاکہ آپ سے ایک سوال کروں تو آپ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو، تو دریافت طلب کیا، بندہ راحت کا مزا کب چکھتا ہے؟ تو جواب دیا جب مرنے کے بعد اپنا پہلا قدم جنت میں رکھے گا۔''

معلوم ہوا کہ دنیا راحت طلبی اور عیش کوشی کے لیے نہیں بلکہ مشقت آفرینی اور سعی پیہم کے لیے ہے۔

تو اے میرے دینی بھائیو! صرف رمضان نہیں ہماری پوری زندگی رمضان کی طرح گذرنی چاہیے۔ ذکر و فکر، دعا و مناجات، نماز کی پابندی، فرائض و واجبات کے اہتمام قرآن کی تلاوت اور اس پر غور و فکر اور عمل کے ساتھ ہر گھڑی گذرنی چاہیے۔ حضرت مکحول فرماتے ہیں: جس میں چار خصلتیں پیدا ہو جائیں وہ کامیاب ہے۔ اور جو تین برائی کا عادی بن جائے وہ ناکام اور نامراد ہے۔ جس کے پاس ایمان ہو اور وہ اللہ کی شکر گذاری کرے، اس کے سامنے گریا وزاری اور کثرت استغفار کے ساتھ زندگی بسر کرے وہ کامیاب ہے۔ اور جس کی طبیعت میں مکر و فریب بغاوت و سرکشی اور اللہ اور بندوں کے ساتھ عہود کی پامالی رچ بس جائے وہ برباد اور ہلاک ہو گیا۔

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں: اے لوگو! تم سے پہلے جو لوگ تھے (صحابہ

اور تابعین ) وہ فضول کام کو ناپسند کرتے تھے ، او روہ قرآن کی تلاوت امر بالمعروف او ر نہی عن المنکر او رکسب حلال کو( او روہ بھی بقدر ضرورت ) اس کے علاوہ ہر کام کو فضول گردانتے تھے او رکہتے تھے کہ کیا کراما کاتبین کے ہوتے ہوئے ہم فضول میں مشغول رہیں گے۔ (شعب الایمان بیہقی ، ۵۰۸۰، حلیۃ الاولیاء ۳/۳۱۵ )

امام اوزاعی فرماتے ہیں :ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے ہمارے نام ایک پیغام لکھ کر ارسال کیا، جس میں لکھا ہوا تھا' جو کثرت سے موت کو یاد کرے گا وہ دنیا کے قلیل سازو سامان پر راضی ہو جائے گا، اور جو سوچ سوچ کر گفتگو کرے گا وہ لا یعنی گفتگو سے محفوظ رہے گا اور عمل زیادہ کرے گا۔'' (احیاء علوم الدین ۳/ ۱۱۱ )

ابراہیم ابن سلیمان فرماتے ہیں : میں سفیان ثوری کی مجلس میں تھا کہ اچانک ایک شخص آیا او رآپ کے کپڑے گھور گھور کر دیکھنے لگا او رپھر پوچھنے لگا کہ یہ کپڑا کیسے بنا ہے ؟ تو حضرت سفیان نے کہا کہ صحابہ فضول گفتگو کو ناپسند کرتے تھے۔ ( حلیۃ )

گویا حضرت سفیان نے اس شخص کے اس سوال کو بھی فضول گردانا کہ آپ کا کپڑا کیسا ہے ۔اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہر چیز کے بارے میں خواہ مخواہ پوچھتے رہتے ہیں کہ آپ کا قلم کیسا ہے چپل کیسا ہے وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔

بات دراصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک آخرت کی جوابدہی کا تصور قوی تھا اس لئے اس سے وہ پوری زندگی معمولی معمولی فضول چیزوں سے بھی مکمل احتراز کرتے تھے ،اور وہی تصور آخرت آج ہم میں کمزور ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم غفلت او ر فضول کا ادراک ہی نہیں کرپاتے ۔ اللہ ہمیں صحیح ہدایت عطا فرمائے آمین

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ خاص حضرت نافع سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے استاذ محترم گھر میں کیسے وقت گزارتے تھے ، تو نافع نے کہا یا تو

نماز پڑھتے یا قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے ۔ (طبقات ابن سعد ۴/ ۷۰) حضرت وکیع ابن الجراح کے بارے میں ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ جب تک رات میں دس پارے قرآن کی تلاوت نہ کرلیتے نہیں سوتے تھے ، اور پھر رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوکر تہجد میں طویل طویل قرأت کرتے ، اور پھر استغفار میں لگ جاتے ، یہاں تک کہ صبح ہوجاتی اور یہ ان کا سال بھر کا یہ معمول تھا۔

یہ ہے اصل زندگی گزارنے کا معیار کہ صرف رمضان تک ان کی عبادتیں اور معمولات محدود نہیں ہوتے تھے بلکہ پورا پورا سال رمضان کی طرح گزرتا تھا، اللہ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائے ۔ آمین

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلاناغہ روزانہ اشراق کی آٹھ رکعات کا اہتمام کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں ، اگر میرے والدین بھی اشراق کے وقت قبر سے زندہ ہوکر آجائیں، تب بھی میں اس کو ترک نہیں کروں گی ۔ (موطا امام مالک )

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں میاں بیوی کو ایک عمل کی نصیحت کی کہ جب تم بستر پر سونے کے لیے آؤ تو ۳۴/ مرتبہ اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ ۳۳ / ۳۳/ مرتبہ پڑھ لیا کرو، تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے ، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن رکھا ہے تب سے آج تک (یعنی زندگی کے اخیری ایام تک ) کبھی نہیں چھوڑا ۔ تو سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ جنگ صفین کی رات بھی ؟ کہا ہاں اس دن بھی نہیں ترک کیا ۔ ( بخاری ۶۳۱۸ ، مسلم ۲۷۲۷ )

یہ ہے اصل معیار زندگی ، کہ جنگ جیسے ہولناک عالم میں بھی اپنے وظیفہ اور معمول کو ترک نہیں کیا اور ہم تو معمولی عذر کی وجہ سے فرائض تک کو ترک کردیتے

ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔آمین

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ ''جو شخص دن رات میں بارہ رکعت کا اہتمام کرلے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرتے ہیں۔''تو فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے سنا ہے آج تک کبھی اسے ترک نہیں کیا۔ اس روایت کے راوی حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ام حبیبہ سے سنا آج تک کبھی نہیں ترک کیا۔ اور حضرت عمرو ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھی جب سے حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کبھی ترک نہیں کیا اور نعمان ابن سالم فرماتے ہیں میں نے جب سے عمرو ابن اوس سے سنا ہے کبھی نہیں ترک کیا۔ (مسلم ۷۲۸)

اے میرے مسلمان بھائیو! ذرا غور کیجئے ان کے یہاں معمولات وظائف کا کتنا اہتمام تھا کہ ایک چیز کسی سے سن لیتے تو پوری زندگی اس پر عمل کرتے ہماری طرح صرف رمضانی عبادت نہیں کرتے تھے ، ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اللہ ہماری مدد کرے اور توفیق سے نوازے۔

سلف صالحین میں سے کسی نے اپنی باندی فروخت کردی تو باندی نے دیکھا کہ جب رمضان قریب آیا تو وہ تیاری کرنے لگے تو باندی نے دریافت کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا رمضان کی تیاری۔ باندی نے کہا کیا تم صرف رمضان میں روزے رکھتے ہو؟ افسوس ہے میں ایسے لوگوں کے پاس تھی جن کا پورا سال رمضان کے طرح گزرتا تھا۔ مجھے ان ہی کے پاس لوٹادو۔ (لطائف المعارف)

بعض اسلاف کہا کرتے تھے پوری زندگی روزہ رکھو اور جب موت آئے تب افطار کرو ، دنیاوی زندگی متقی کے لیے پوری رمضان ہے کہ وہ زندگی بھر خواہشات

اور گناہوں سے روزہ رکھے یعنی اجتناب کرے اور جب موت آئے تو افطار کرے یعنی نیکی کے ساتھ رخصت ہوجائے۔ (ایضاً)

خلاصہ یہ کہ حضرات صحابہ اور سلف صالحین نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں صرف رمضان پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ پابندی اور مواظبت کے ساتھ عمل درآمد کیا۔ ہمیں بھی اگر واقعۃً آخرت کی فکر ہے اور اس بات پر ایمان ہے کہ تمام تر کامیابی کا مدار ادخلوا فی السلم کا فۃً پر عمل کرنے میں ہے یعنی مکمل طور پر بغیر کسی بیجا تاویل اور بہانہ بازی کے اسلامی تعلیمات کو بجالانے میں ہے۔ تو انہیں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا ارشاد نبوی ہے: لن یصلح آخر ھٰذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہ کہ اس امت کے آخری دور کے لوگ بھی کامیاب و کامران نہیں ہوسکیں گے مگر اسی طرز عمل سے، جس سے پہلے (یعنی صحابہ اور تابعین وغیرہ) کامیاب ہوئے۔ حضور ﷺ کا یہ قول بڑا معنی خیز ہے اس معنی کر کہ آپ نے گویا اشارہ دیا کہ جس طرح دور جاہلیت گمراہی کے دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور اسلامی تعلیمات پر خلوص وللہیت کے ساتھ عمل کرنے کی وجہ سے کامیاب ہوا بالکل ایسا ہی آخری دور میں بھی ہوگا کہ گمراہی کا دور دورہ ہوگا اور جاہلیت اپنے نئے روپ میں نمودار ہوگی۔ جیسے اس دور میں جوا، زنا، شراب نوشی، قتل و غارت گری، بد اخلاقی، ناانصافی، بے اعتدالی، دختر کشی، کبر و عناد، فساد و سود خوری، مادیت پرستی۔ آج وہی چیزیں نئے لیبل اور نئے نئے نام سے عام ہے، فیملی پلاننگ اور سونوگرافی کے بعد لڑکی کی صورت میں اسقاط حمل گویا دختر کشی اور قتل اولاد کی نئی صورت اور نیا نام ہے۔ انشورنش اور ملٹی لیول مارکٹینگ، نیٹورک مارکٹینگ لوٹری وغیرہ جوا کی نئی صورت اور نئے نام ہیں۔ بینکنگ سود کی نئی صورت، کمرشل انٹرسٹ وغیرہ سود کے نئے نام ہیں۔ غرضیکہ عصر

حاضر میں دورِ جاہلیت کی تمام رسوماتِ بد کا گویا احیاء ہو چکا ہے۔

اسلاف نے اپنے تجربات اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات کہی ہے کہ ایک عمل صالح کے بعد دوسرے عمل صالح کی توفیق پہلے عمل صالح کی مقبولیت کی علامت ہے تو گویا جو لوگ رمضان کے بعد بھی نماز، تلاوت، ذکرواذکار اور استغفار کرتے رہتے ہیں انکی رمضان کی عبادت عنداللہ مقبول ہو چکی۔ اور سب کچھ ترک کردے گویا اس کی مقبولیت مشکوک ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رمضان کے بعد بھی اعمال صالحہ پر استمرار رہے اس کے لئے کیا کرنا چاہیے، تو سلف صالحین کے بیان کے مطابق :۔ (۱) تجدید توبہ (۲) ہمیشہ استغفار (۳) اپنی طبیعت کے مطابق کسی نیک کام پر مداومت (۴) دعا کا التزام خاص طور پر یہ دعا اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك اسی لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی ہمیشہ اس دعا کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کی وصیت کی ہے۔ (۵) اسلاف صالحین کے حالات زندگی کا مطالعہ جیسا کہ چند واقعات اوپر بھی بیان کئے گئے۔ (۶) صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

اے میرے مسلمان بھائیو! کیا تم نے ''لیلۃ القدر'' کو نہیں پایا اور تم اس میں اللہ کے سامنے روئے نہیں؟ کیا تم نے رمضان میں قرآن کی تلاوت اور نماز کا اہتمام نہیں کیا؟ اب کیوں تم دوبارہ معاصی والی زندگی کی طرف لوٹ رہے ہو خدا را اپنے اوپر رحم کرو اور معصیت سے اجتناب کرکے رمضان میں جیسی زندگی گذاری ویسی ہی زندگی گذارنے کی مکمل کوشش کرو۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے، اور اپنی پناہ میں لے لے۔ کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو صرف رمضان میں اللہ کی عبادت اور گیارہ ماہ اللہ کی نافرمانی مین گذارتے ہیں۔ آمین یارب العالمین

دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بغیر دانت والے جانور کی قربانی کا حکم

## الاستفتاء

کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ :

جس جانور کے دانت بالکل پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی کا کیا حکم ہے ؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں ، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں ، مفتیٰ بہ قول کیا ہے ؟

سائل : افتخار احمد

0301-7878112

الجواب باسم الملك الوهاب

جس جانور کے دانت بالکل پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اور وہ چارہ کھا سکتا ہو تو عام کتب فقہ وفتاویٰ میں اس کی قربانی کو ناجائز لکھا ہے جیسا کہ درمختار کی درج ذیل عبارت سے واضح ہے :

فی الدر المختار:(ج٦ص٧٢٣ط بیروت)ولا بالهتماء التی لا اسنان لها۔

وفی البزازیة علی هامش الهندیة: (ج٦ص٢٩٣ط کوئٹه) خمسة عشر من الآفات لا یمنع منها عدم الاسنان لو اعتلف، وعن الثانی رحمه الله تعالیٰ المنع مطلقاً۔

وفی الخانیة علی هامش الهندیة: (ج٣ص٣٥٣ط کوئٹه) والتی

لااسنان لھا وھی تعتلف اولا تعتلف لایجوز۔

وفی المحیط البرھانی:(ج۸ص۳۶۶ط کراتشی)واماالھتماء التی لااسنان لھافقدروی ھشام عن ابی یوسف انہ لایجوز سواء کانت تعتلف اولا تعتلف۔

انہی حوالوں کی بنیاد پر فقہ وفتاویٰ کی بعض اور کتب میں بھی اس کی قربانی کو ناجائز لکھا ہے چنانچہ ''بہشتی زیور'' (حصہ سوم ص۴۰ط کتب خانہ جمیلی ) میں تصریح ہے کہ :

''جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں''۔

اور ''بارہ مہینوں کے فضائل واحکام'' (ص۲۴۷ط ادارہ اسلامیات ) میں ہے کہ :

''جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے''۔

لیکن ''بدائع الصنائع'' اور ''البحرالرائق'' وغیرہ کتب فتاویٰ میں اگر ایسا جانور بآسانی چارہ کھاسکتا ہو (اور صحتمند ہو) تو اس کی قربانی کا جواز منقول ہے اور ''فتاویٰ ہندیہ'' میں اس قول کو ''محیط سرخسی'' کے حوالہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ نیز شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے بھی ''اعلاء السنن'' میں ایسے جانور کی قربانی کے جواز کو راجح قرار دیا ہے۔ ان کتب کی عبارات درج ذیل ہیں :

وفی الھندیۃ:(ج۵ص۲۹۸ط کوئٹہ)واماالھتماء التی لا اسنان لھا فان کانت ترعی وتعتلف جازت والافلا۔کذافی البدائع وھوالصحیح کذافی محیط السرخسی۔

وفی البحر الرائق:(ج۸ص۳۲۳ط کوئٹہ) ولایجوز بالهتماء التی لااسنان لهاان کانت لاتعتلف وان کانت تعتلف جاز هو الصحیح۔

وفی الفتاویٰ السراجیة:(ص۳۱۳کراتشی) ولابالهتماء التی لااسنان لها الااذا کانت تعتلف من الاعلاف۔

وفی الشلبی علی الزیلعی(ج۶ص۶ ط بیروت) (قوله والهتماء لاتجوزوهی التی لااسنان لها)ای سواء اعتلفت اولم تعتلف لان الاسنان بمنزلة الاذنین علی ماذکرناوفی روایة تجوزاذاکانت تعتلف وهوالاصح لانها حینئذ صارت بمنزلة الصحیحة کذافی مناسك الکرمانی وفی المجمع ویضحی بالجماء والخصی والثولاء والهتماء التی تعتلف،اهـ۔

وفی الاعلاء (ج۱۷ص۲۵۶ط کراتشی)اقول جواز التضحیة بها هو ماذهب الیه ابو حنیفة..... وحاصله ان الهتماء تجوز عندابی حنیفة اذاکانت تعتلف ولاتجوز عندابی یوسف مطلقاً........۔

وقال فی الدرالمختارولابالهتماء الذی لااسنان لهاویکفی بقاء الاکثروقیل ماتعتلف به هووماقبله روایتان حکاهمافی الهدایة عن الثانی۔وجزم فی الخانیة بالثانیة وقال قبله والتی لااسنان لهاوهی تعتلف اولاتعتلف لاتجوز۔انتهی۔

ویظهرمن هٰذاالکلام ان هٰؤلآء الاعلام لم یطلعواعلی مذهب الامام فی الهتماء والثرماء وظنوامذهب ابی یوسف مذهب الامام کمالایخفی۔

وقد بينالك ان مذهبه هو جواز الهتماء الثرماء اذا كانتاتعتلفان وهوالذى اعتمده فى البدائع وهو الارجح من حيث القياس لان الاسنان ليست من الاعضاء المقصودة بل انما هى مقصودة بالاعتلاف فاذا حصل هٰذا المقصودفلاعبرة ببقاء ها وسقوطها ويردعلى مافى الخانية انه اعتبرالاسنان من الاعضاء المقصودة فينبغى ان يعتبربقاء الاكثركالاذن والذنب وان اعتبرهامن الاعضاء المقصودة فماالوجه فى قوله بعدم الهتماء التى لااسنان لهاسواء كانت تعتلف ام لا۔

فان قلت يردعليكم القرن لانه ليس عندكم من الاعضاء المقصودة وقدشرطتم بقاء اصله؟قلنا:نعم ولكن شرطنا ذٰلك باثر عتبةبن عبدالسلمى الذى قال فيه:انه صلى الله عليه وسلم نهى مستأصلةالقرن لابالقياس۔وان كنتم قستم الاسنان على القرن كان ينبغى لكم القول بكفاية واحدمنهاولامعنٰى لاعتباربقاء قدر ماتعتلف به بالجملةلم يظهرلى وجه مااختاره فى التنويروالخانية ۔ والارجح عندى مااختاره فى البدائع من قول ابى حنيفة والله اعلم۔

. . . . . . . . . . وتبين بذٰلك ان مذهب الامام فى الهتماء والثرماء ليس جوازهمامطلقاً،بل فيهماعنه روايتان:فى رواية اعتبرالاعتلاف،وفى اخرى قلة الذهاب وكثرته۔ وظهر بذٰلك ان مشائخ المذهب قداطلعوا علٰى مذهب الامام ولم يجعلوامذهب ابى يوسف مذهباً له خلاف ماظنه بعض الاحباب۔

نوٹ: واضح رہے کہ ''امدادالاحکام'' (ج۴ص۲۸۱ط مکتبہ دارالعلوم کراچی) میں خود حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ کا فتویٰ اس بارے میں عدم جواز کا ہے مگر یہ فتویٰ ۲۴/ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ ہجری کا لکھا ہوا ہے اور ''اعلاء السنن'' کی کتاب الاضحیۃ کی تالیف ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ میں مکمل ہوئی جیسا کہ ''اعلاء السنن'' (ج۱۷ص۲۸۹) دیکھنے سے واضح ہے اس سے معلوم ہوا کہ ''اعلاء السنن'' کی تحقیق ''امدادالاحکام'' سے تقریباً دس سال بعد کی ہے اور ''اعلاء السنن'' میں حضرت علامہ عثمانی قدس سرہ نے تصریح کی ہے کہ ''میرے نزدیک راجح جواز ہے'' حیث قال والارجح عندی مااختارہ فی البدائع من قول ابی حنیفۃ واللہ اعلم۔

فقط واللہ اعلم
کتبہ عبدالناصر ترمذی
متعلم جامعہ حقانیہ ساہیوال
۱۹/۱۱/۱۴۳۰ھ

## تصدیق وتوثیق

از: شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی

الجواب صحیح
بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۵/۱۱/۳۳ھ

# تصدیق وتوثیق

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
استاذ الحدیث و مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز مکرم مولانا عبدالناصر ترمذی سلمہ کا تحریر کردہ فتویٰ احقر نے پڑھا۔ علامہ کاسانی، علامہ ابن نجیم اور علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہم و رحمہم اللہ کی اعلاء السنن میں ذکر کردہ تحقیق راجح معلوم ہوتی ہے کہ اگر ''ھتماء'' وہ جانور جس کے پیدائشی دانت نہ ہوں۔ اور ''ثرماء'' جس کے دانت ٹوٹ گئے ہوں، بآسانی چارہ کھا سکتا ہو (اور صحت مند ہو یعنی عام دوسرے جانوروں کی طرح کا ہو) تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی قربانی درست ہے۔ اور یہی صحیح اور راجح ہے کیونکہ عیب کی علت اس سے حکماً مرتفع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ
۱۱ / شوال ۱۴۳۳ھ

# تصدیق وتوثیق

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم و مفتی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جس جانور کے دانت پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اور وہ چارہ کھا سکتا ہو اس کی قربانی کے جواز وعدم جواز کے متعلق تفصیلی تحقیق اس تحریر میں لکھ دی گئی ہے ،عام کتب فقہ میں اگرچہ عدم جواز لکھا ہے لیکن راجح قول جواز ہی کا معلوم ہوتا ہے کما یدل علیہ کلام الشیخ العلامة ظفر احمد العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ویظھر ایضًا من عبارة البحر والھندیة والبدائع ، وصححه العلامة السرخسی فی المحیط فالراجح الجواز لان المدار علی الاعتلاف لکن الافضل ان لایضحی الھتماء للاحتیاط والاختلاف۔نعم لو ضحی صح ولااعادة علیه لانه اتی بالراجح۔

هٰذا ماعندی ولعل عند غیری احسن من هٰذا وبعد هٰذا فالتحقیق صحیح والمجیب نجیح۔

کتبه الاحقر عبد القدوس الترمذی غفر له

خادم الافتاء بالجامعة الحقانیة ساهیوال سرجودها

۱۴۳۰/۱۱/۲۲ھ یوم الجمعة

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری زید مجدہم جام پور

# شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

رئیس المحدثین شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا شمار ان علماء حق میں ہوتا ہے جن پر عرب و عجم کو ہمیشہ ناز رہے گا، آپ کا نام عالم اسلام کے ان مشاہیر علماء میں سرفہرست تھا بلکہ آپ ان کے صدر نشین تھے جن کے تبحر علمی، تقدس و بزرگی، دینی علوم میں کمالِ جامعیت، بصیرت اور تفقہ کو علمی حلقوں میں بطور سند پیش کیا جاتا تھا، آپ نہ صرف یہ کہ علوم شریعت کے بحر عالم تھے بلکہ علوم طریقت اور سلوک و تصوف کے بھی کامل شیخ تھے، آپ کی ذات اقدس علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں کا مخزن تھی اور آپ کے علوم و فضل، اخلاص و عمل، تقویٰ و طہارت، خشیت للہیت سادگی و تواضع اور دیگر اوصاف فاضلہ سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

آپ ایک بلندپایہ علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ لطیف احمد عثمانی مشہور زمیندار اور دیوبند کے رئیس تھے، دارالعلوم دیوبند والی زمین آپ کے دادا شیخ نہال احمد عثمانی کی عطیہ کردہ ہے، حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ آپ کے حقیقی ماموں تھے بچپن ہی سے آپ ان ہی کے زیرتربیت رہے، اور پھر انہی کے حکم پر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی خدمت میں رہ کر فیض علمی اور روحانی حاصل کیا۔ فراغت تعلیم، کے بعد مدرسہ مظاہر علوم میں سات برس تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر آئندہ پچیس برس اپنے ماموں حکیم الامۃ تھانوی رحمہ اللہ کی

خدمت میں تھانہ بھون میں رہ کر گزارے، جہاں حضرت حکیم الامۃؒ کے زیرنگرانی درس وتدریس کے علاوہ بڑے بڑے علمی کارنامے سرانجام دیے، اسی دوران معرکۃ الآراء تالیف اعلاء السنن بیس ضخیم جلدوں میں علم حدیث پر عربی زبان میں تصنیف فرمائی، جس کے بارہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مولوی ظفر احمد عثمانی جو میرے بھانجے بھی ہیں اس دور کے امام محمد اور علوم دین کا سرچشمہ ہیں انہوں نے اعلاء السنن کے علاوہ اگر کوئی کتاب نہ بھی لکھی ہوتی تب بھی اپنی فضیلت وکرامت کے اعتبار سے یہی ایک کتاب ان کے علمی مقام کے لیے بڑی دلیل ہے''۔

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت مولانا عثمانی نے اس کتاب ''اعلاء السنن'' کے ذریعہ جہاں علم پر احسان عظیم کیا وہاں علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہون منت رہیں گے''۔

بہرحال آپ کی بہت سی کتابیں منصہ شہود پر آئیں جن میں احکام القرآن، القول المیسور، حقیقت معرفت، تردید پرویزیت، فضائل قرآن، اور سیرت منصور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے علمی وروحانی مقام کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے تلامذہ اور خلفاء میں ایسے جید علماء بھی شامل ہیں جن کا نام آتے ہی احترام سے گردنیں جھک جاتی ہیں:

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا اسعد اللہ سہارنپوری، مولانا مفتی دین محمد بنگالی، مولانا شمس الحق فرید پوری، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد مالک کاندھلوی اور مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ حضرات خاص طور پر قابل

ذکر ہیں۔

درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد آپ کا اصل مشن رہا اور مختلف دینی مراکز میں علمی خدمات انجام دیتے رہے، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے علاوہ مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون، ڈھاکہ یونیورسٹی، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ اور آخر میں دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ میں آپ نے ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب وشاداب کیا۔

دینی و علمی خدمات کے علاوہ آپ کی سیاسی وملی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، آپ کی سیاسی جدوجہد کا آغاز ۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم کے اجلاس پٹنہ سٹیشن سے ہوا، جہاں حکیم الامت تھانوی کے خصوصی نمائندہ کی حیثیت سے آپ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا تھا اور قائد اعظم اور دیگر ارباب لیگ کے سامنے حضرت تھانوی کے نقطہ نگاہ کی ترجمانی فرمائی تھی، اس کے بعد مسلم لیگ اور کانگریس کے آخری فیصلہ کن انتخابات کے سلسلہ میں آپ نے پورے ہندوستان کا طوفانی دورہ کیا اور مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں کیا اس الیکشن میں لیاقت علی خاں کی کامیابی مولانا عثمانی کی مرہون منت ہے اسی طرح سلہٹ ریفرنڈم کی مہم جو نہایت معرکۃ الآراء تھی اس کی فتح کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے، اسی اعتراف کے طور پر قائد اعظم نے آپ ہی کے دست مبارک سے پرچم کشائی کرائی اور واضح طور پر فرمایا کہ پاکستان کی تحریک میں کامیابی انہی علماء حق کی بدولت ہوئی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد نظام اسلام کے نفاذ کے لیے آپ نے انتھک جدوجہد کی ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی : کے ساتھ مل کر منظور کرائی۔ ۱۹۵۱ء میں ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ مرتب کیا جس میں ہر مکتب فکر کے علماء کے دستخط شامل ہیں۔ حکومت پاکستان کی طرف سے حکومت سعودی عرب

کے لیے خیر سگالی مشن میں ایک ممبر کی حیثیت سے شرکت فرمائی اور میدان عرفات میں سلطان ابن سعود کی درخواست پر مسلمانان عالم کو خطاب فرمایا۔ الغرض جب بھی آپ نے یہ محسوس کیا کہ اب عملی طور پر حصہ لینے کا وقت ہے تو آپ نے مشاغل علمیہ کے ساتھ ملکی سیاست میں عملی حصہ لینے سے کبھی دریغ نہ کیا اور اعلاء کلمۃ الحق ادا کرتے رہے۔

۱۹۶۹ء میں جب ملک میں سوشلزم اور دوسرے لادینی نظریات کا مقابلہ کرنے کے لیے ملکی سیاست میں حصہ لینے کی ضرورت پیش آئی تو انتہائی ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود آپ میدان عمل میں نکل آئے اور مرکزی جمعیت علماء اسلام کے امیر اعلیٰ کی حیثیت سے ملک کے دونوں حصوں میں مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ فرماتے رہے۔ بہرحال آپ کی ساری حیات علمی، دینی، تبلیغی اور سیاسی و ملی خدمات میں مصروف رہے، اور آخر کار ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے کراچی میں نماز جنازہ پڑھی، امامت کے فرائض آپ کے ساتھی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے انجام دیے۔ حق تعالی اپنے اس بندے پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائیں اور ہم خدام کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے در کی دربانی کرے

مولانا محمد آصف چنیوٹی

# اخبار الجامعہ

یکم شوال : حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے عید الفطر کے موقع پر عید گاہ حقانیہ میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب فرما کر نماز عید پڑھائی ۔ ۲ : حضرت مدظلہم کے ماموں جان جناب سید شمشاد حسین صاحب مرحوم انتقال فرما گئے ، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ ۶ : جامعہ ھٰذا میں عید الفطر کی تعطیلات کے بعد درجہ حفظ میں تعلیم کا آغاز ہوا ۔ ۱۰ : جسٹس پیر سید کرم شاہ الازہری آف بھیرہ کے صاحبزادہ جناب امین الحسنات صاحب جامعہ میں تشریف لائے اور مختصر قیام کے بعد واپسی ہوئی ۔ ۱۵ : جامعہ میں شعبہ کتب کی تعلیم کا آغاز ہوا ، حضرت مدظلہم نے مختصر بیان کے بعد دعا فرمائی ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نئے تعلیمی سال کو مبارک فرمائیں اور جامعہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں۔ ۱۷ : حضرت مدظلہم نے جامعہ اسلامیہ محمودیہ اور مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا میں نئے تعلیمی سال کے موقع پر بیانات فرمائے ۔ ۲۰ : جامعہ سراج العلوم سرگودھا اور بڈالی میں حضرت کے بیان ہوئے ۔ ۲۱ : حضرت مدظلہم نے فیصل آباد میں افتتاح مشکوٰۃ شریف کے موقع پر بیان فرمایا۔ ۲۲ : جامعہ میں شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی کے طلبہ کی تعلیم کا آغاز ہوا ۔ ۲۷ : حجاج کرام کی تربیت حوالہ سے حسب سابق اس مرتبہ بھی تین روزہ حج تربیتی کورس کا اہتمام کیا گیا جس کی افتتاحی مجلس سے حضرت مدظلہم نے پر اثر اور مفید بیان فرمایا۔ بعد ازاں حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب زید مجدہم مسلسل تین روز تک حجاج کرام کو درس دیتے رہے۔